بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

موجودہ حکومت اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلانات اور دعووں پر شدّومد سے زور دے رہی ہے مگر نفاذِ اسلام کی جانب پیش رفت کی جو رفتار ہے وہ نہ صرف غیروں بلکہ اپنوں کی نظر میں بھی نہایت مایوس کن ہوتی جا رہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ نفاذِ اسلام اور اسلامی قوانین کے سلسلہ میں جو طریق کار اختیار کیا جاتا ہے اور جس کے نتیجہ میں ہر ہر قدم پہ جو رکاوٹیں سامنے آتی رہتی ہیں انہیں دیکھ کر کبھی کبھی ہم سب یہ سوچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ جان بوجھ کر تو نہیں کیا جا رہا کہ سیدھا، مختصر اور صاف راستہ چھوڑ کر پُرپیچ اور خمدار راستوں اور رکاوٹوں سے بھرپور بھول بھلیوں میں ڈال ڈال کر اصل مقصد تک جلد پہنچنے سے گریز ہو رہا ہے —— اس صورتحال کی ایک واضح مثال دیت وقصاص سے متعلق مجوزہ مسوّدہ آرڈیننس کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، حدود وتعزیرات کے نفاذ کے بعد انسانی جان اور جسم سے متعلق جرائم، قتل اور جروح کے قصاص دیت اور سزاؤں کے بارہ میں حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کو اسلامی قوانین مرتب کرنے پر مامور کیا غالباً ۱۹۷۸ء سے اس پر کام شروع ہُوا ملک کے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء، وکلاء اور ماہرین قانون نے (جو کونسل میں شامل تھے) اسے مرتب کیا اور پھر رائے عامہ کے لیے مشتہر بھی کیا گیا۔ ہزاروں تجاویز وترامیم اور مشوروں کے بعد اسے آخری شکل دی گئی پھر یہ مسوّدہ وزارتِ قانون سے ہوتے ہوئے وفاقی کونسل مجلس شوریٰ میں آیا، مجلسِ شوریٰ کے چیئرمین نے اسے شوریٰ کی اسلامائزیشن کمیٹی (جو مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں نفاذِ اسلام کی رفتار کو تیز تر کر دینے سے متعلق میری قرارداد کے نتیجہ میں قائم ہوئی تھی۔) کے حوالہ کر دیا کہ وہ اس پر اپنی سفارشات پیش کرے۔ کئی ہفتے اس کمیٹی کے اجلاس ہوتے رہے، یہاں سے سفارشات گئیں تو پھر مسوّدہ وزارتِ مذہبی امور کی ایک خصوصی کمیٹی کے پاس بھیجا گیا۔ یہاں بھی کئی اجلاس اور میٹنگوں کے صبر آزما مراحل سے گذرتے ہوئے بالآخر یہ مسوّدہ دونوں کمیٹیوں کی سفارشات کے ساتھ مجلسِ شوریٰ کے ایجنڈا پر رکھ دیا گیا۔ تعویق والتواء کے ایسے ہر ہر مرحلہ پر ناچیز نے فریضۂ دینی سمجھ کر اپنے احتجاج کا اظہار کیا کوئی کان دھرتا یا نہیں مگر اپنا اختلاف ریکارڈ کرا ہی لیتا بسا اوقات ایوان کے کچھ دوست میرے اس طرزِ عمل کی تائید نہ کرتے اور اسے جذباتی اور غیر معقول قرار دیتے مگر میرا مقصد اوّل وآخر یہی رہا کہ جب ہم نفاذِ اسلام کا اعلان کرتے نہیں تھکتے تو ہمیں اس سمت میں کئے جانے والے اقدامات تعویق اور تاخیر والتواء کے نہ ختم ہونے والے چکر میں نہیں ڈالنے چاہئیں۔ یہ بھانت بھانت کی کمیٹیاں تو کسی اسلامی مسوّدہ کی رہی سہی شکل مسخ کر دینے کے لئے ہوتی ہیں، جبکہ طریق کار کا نام حکمتِ عملی تدریج

اور کیا کیا رکھ دیا جاتا ہے۔ مجلس شوریٰ کے پچھلے آٹھویں اجلاس میں یہ مسودہ سامنے آیا تو مجلس شوریٰ کے محترم چیئرمین نے پھر ایک اعلان دہرایا کہ مسودہ آرڈیننس دونوں کمیٹیوں کی سفارشات کے ساتھ مجلس شوریٰ کی ایک سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ ان میں ہم آہنگی پیدا کر سکے۔ احقر راقم الحروف نے اس دفعہ پھر اٹھ اٹھ کر اس پر شدید احتجاج کیا اور اصرار کرتا رہا کہ اب اصل مسودہ دونوں سفارشات کے ساتھ ایوان کے سامنے رکھ دیا جائے مگر یہ آواز نقار خانے میں طوطی کی صدا ثابت ہوئی، مسودہ اجلاس میں زیر بحث نہ آسکا اور سلیکٹ کمیٹی جس کے چیئرمین ایک ایڈووکیٹ جناب چوہدری الطاف حسین صاحب نامزد کیے گئے تھے، اور جن کی افتادِ طبع اور اسلامی قوانین کے سلسلہ میں خاص زاویۂ نظر اور طرزِ عمل کا پورے ایوان کو پچھلے ڈیڑھ دو سال میں قانونِ شفعہ، قانونِ شہادت، قاضی کورٹ آرڈیننس وغیرہ کے دوران بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔ مگر یہاں تو وہی میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب ــــ والی کیفیت تھی۔ کمیٹی میں ایک اور محترم وکیل صاحب اور دو محترم خواتین شامل تھیں اور دو ہمارے فاضل علماء کرام بھی شریک کیے گئے۔ آٹھویں اجلاس کے دوران کمیٹی کام مکمل نہ کر سکی اور دوبارہ وقت کی توسیع کر دی گئی۔ حالیہ نواں اجلاس جس کا بنیادی مقصد ہی دیت و قصاص کے مسودہ کو زیر بحث لا کر اسے آخری شکل میں پاس کرنا تھا، جب اس کمیٹی کا مسودہ سامنے آیا تو ایوان کی اکثریت بالخصوص علماء کرام اور اسلامی درد رکھنے والے ارکان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پچھلے سارے سفارشات اور اصل مسودہ کو یکسر نظر انداز کر کے کمیٹی کے نام پر اس کے چیئرمین نے ایک ایسی چیز ایوان میں پیش کر دی ہے جو نہ صرف یہ کہ اسلامی قوانین و احکام سے ہم آہنگ نہیں بلکہ اس میں جگہ بہ جگہ اسلامی قوانین و احکام کے ناقابلِ عمل ہونے اس کے جاہلانہ رسوم و رواج پر مبنی ہونے کے ناروا اور بے جا تأثرات کا اظہار بھی تھا۔ دیت و قصاص سے متعلق ہر اہم فقہی اور اسلامی قانون از قسم عاقلہ، قسامۃ، دیت، قصاص کو امت کے ہاں متنازعہ اور مختلف فیہ بنانے کی سعی نامشکور کی گئی تھی، اور کہیں نہ کہیں سے اختلافی قول ڈھونڈ کر اجماعی مسائل کو اختلافی بنا کر سامنے رکھا گیا اور اس کے متبادل اپنے ہاں کے موروثی تعزیراتِ ہند (جو اشربوا فی قلوبہم العجل۔ کی طرح دل و دماغ، علم و فکر میں رچ بس گئی ہیں۔) کی حسن و خوبی بیان کر کے انہیں برقرار رکھنے کی سفارش کی گئی تھی۔ یہ مسودہ ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ اسلامی نظام کے دعووں پر مبنی ایک مجلس شوریٰ اسے زیر غور بھی لائے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے شد و مد سے یہی موقف اختیار کیا اور اس کمیٹی کے سات میں سے تین فاضل ارکان مولانا قاضی عبداللطیف مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اور بلوچستان کے آغا سید حسین ہزارہ صاحب نے اس امر پر شدید احتجاج کیا کہ رپورٹ میں ہم تینوں کی اختلافی آراء اور نوٹس کو یکسر نظر انداز کر کے چیئرمین کمیٹی نے من گھڑت خیالات کو ہم سب کے سر منڈھنے کی سعی کی ہے اس لئے یہ ہماری رپورٹ ہی نہیں فیصلہ یہی ہوا کہ اگر الطاف کمیٹی کی یہ رپورٹ زیر بحث لائی گئی تو ہم بحث سے یکلخت بائیکاٹ کریں گے۔ نتیجۃً ایک تعطل اور بحران کی کیفیت جو ہمارے اس موقف کے

بعد لازمی تھی پیدا ہوگئی آخر یہی فیصلہ ہوا کہ تینوں ارکان اپنا اختلافی نوٹ آج رات تک لکھ کر پیش کردیں جو اس رپورٹ کا ایک حصہ قرار پائے گا اور دونوں چیزیں ایوان کے سامنے رہیں گی۔ اس مرحلہ پر یہی مناسب ہوا کہ رپورٹ کے سارے اختلافی مقامات پر جامع رپورٹ لکھی جائے اور رپورٹ میں اٹھائے گئے نہایت نامناسب نکات کا شافی جواب تیار کیا جائے کہ باطل کے ساتھ حق بھی ریکارڈ پر آجائے۔ بحمد اللہ وقت کی تنگی کے باوجود رات بارہ بجے تک ایک مبسوط جامع اور اختلافی رپورٹ تیار کردی گئی جس میں اٹھائے گئے ہر ہر نامناسب غیر اسلامی بات کا موثر جواب موجود تھا یہ رپورٹ دوسرے دن ایوان میں چھپ کر پیش ہوگئی جو اخبارات میں بھی شائع ہوئی مگر اس کے بعد بھی ہم سب کا موقف یہی تھا کہ الطاف کمیٹی کی رپورٹ یکسر مسترد کردی جائے اور ایسے غیر اسلامی مسودہ کو پیش کرنے کا حق نہ تو کسی سلیکٹ کمیٹی کو پہنچتا ہے نہ حکومت کو اس جسارت کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ الحمد للہ کہ نہایت رد و کد، مذاکرات اور بحث و تمحیص کے بعد بالآخر خود صدر محترم کی مداخلت اور سلسلہ جنبانی کے بعد اس موقف میں کامیابی ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ یہ رپورٹ ایوان میں زیر بحث نہ آئے اور پچھلی تمام کمیٹیوں کے اصل مسودہ کے بارہ میں سفارشات کو سامنے رکھ کر ایک متفقہ مسودہ تیار کیا جائے اس مقصد کے لئے ایک خصوصی کمیٹی جناب راجہ ظفر الحق وزیر اطلاعات و مذہبی امور کی سرکردگی میں قائم کردی گئی۔ جو پچھلی تمام کمیٹیوں کے ارکان بشمول اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین پر مشتمل تھی اس کمیٹی کو تین دن کی مہلت دی گئی۔ اور ایک الگ ہال میں کمیٹی نے کام شروع کردیا۔ اصل اسلامی مسودہ سے اختلاف رکھنے والے وکلاء بعض غیر مسلم ارکان اور خواتین بھی بڑی تعداد میں اس خصوصی کمیٹی میں شامل تھیں اور تاثر یہی دیا جارہا تھا کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کا کام اس دور میں ناممکن ہے۔ مگر الحمد للہ کہ علماء اور دینی درد رکھنے والے ارکان کے صبر و حوصلہ اور جناب چیئرمین راجہ ظفر الحق کے تدبر، فہم و فراست اور معاملہ فہمی کی وجہ سے رفتار کار میں تیزی آتی گئی اور بالآخر سات آٹھ دن کی میٹنگوں کے بعد جو مجموعی طور پر پچپن، ساٹھ گھنٹوں پر مشتمل تھیں دیت و قصاص کا مسودہ اصل اسلامی شکل میں تقریباً متفقہ یا غالب ارکان کمیٹی کی مفاہمت سے مکمل کردیا گیا اور اسے اب مجلس شوریٰ کے اگلے اجلاس میں پیش کردیا جائے گا۔

یہ ایک مختصر جائزہ تھا جو اسلامی قوانین کی راہ میں حائل رکاوٹوں کے ایک نمونہ کے طور پر قارئین کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اصولی طور پر ہمارا موقف اور رائے یہی ہے کہ اسلامی قوانین اگر نافذ کرنے ہیں تو اس کیلئے یہ طول طویل راستہ ہرگز ہمیں مقصد سے ہمکنار نہیں کرسکتا بلکہ اس کیلئے ایمان و یقین اور جرأت مومنانہ کی ضرورت ہے۔ اسلامی قوانین سے خوش نہ ہونے والے ہر ہر طبقہ کو ساتھ ساتھ لیکر چلنے کی پالیسی سے افسوس کہ بہت وقت ضائع کردیا گیا ہے۔ معلوم نہیں خدائے جبار و قہار کی دی گئی مہلت کب ختم ہوجائے اور اسلام کے نفاذ کے بلند بانگ دعوے کرنے والے کف افسوس ملتے ہی رہ جائیں۔ (لا فعلها اللہ)

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔